کہ سورۂ یٰسٓ بھی سُنادی گئی اور رونے کے لئے ارد گرد چٹائیاں بچھا دیں لیکن مجھے دراصل ہوش تھی اور میں سب کچھ دیکھ اور سُن رہا تھا۔ لیکن چونکہ سخت تپش اور جلن تھی اس لئے بول نہ سکتا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں زندہ بھی رہا تو اس قسم کی صعوبت اور موت کی تلخی پھر بھی دیکھنی پڑے گی کہ اسی اثنا میں مجھے الہام ہوا۔ ان کنتم فی ریب ممّا نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بشفاءٍ من مثلہٖ اور تسبیح پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ میں تسبیح پڑھ پڑھ کر شکم پر اور درد کی جگہ پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ ایک سکینت حاصل ہوتی جاتی تھی اور درد و الم وغیرہ رفع ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس سے بالکل آرام ہو گیا۔

فرمایا۔

خوارق عادات کا علم اَور ہے اور یہ امور بہت ہی دقیق در دقیق ہیں۔ معمولی زندگی اور اسباب پرستی کی زندگی دہریت کی رگ سے اصل میں ملی ہوئی ہوتی ہے حقیقی اور اصلی زندگی یہی ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان حاصل ہو جاوے۔ ایمان قوی اسی وقت ہوتا ہے جب خصوصیت کے ساتھ خوارق عادت اور کثرت سے ہوں۔

ہماری خواہش یہ ہے کہ الٰہی تجلیات ظاہر ہوں جیسے کہ موسٰی نے ارنی کہا تھا ورنہ ہمیں تو نہ بہشت کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور شئے کی۔

(البدر جلد ۳ نمبر ۱۸ و ۱۹ صفحہ ۳ و ۴ مورخہ ۸/۱۶ مئی ۱۹۰۴ء)

---

۲۸ /اپریل ۱۹۰۴ء

الہامات و اعمال صالحہ

ایک نوجوان نے اپنے کچھ رؤیا اور الہامات سُنانے شروع کئے جب وہ سنا چکا تو

آپ نے فرمایا۔

میں تمہیں نصیحت کے طور پر کہتا ہوں۔ اسے خوب یاد رکھو کہ ان خوابوں اور الہامات ہی پہ نہ رہو بلکہ اعمال صالحہ میں لگے رہو۔ بہت سے الہامات اور خواب سنیہ پھل کی طرح ہوتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد گر جاتے ہیں اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ اصل مقصد اور غرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور بے ریا تعلق۔ اخلاص اور وفاداری ہے جو نرے خوابوں سے پُوری نہیں ہو سکتی مگر اللہ سے کبھی بیخوف نہیں ہونا چاہیئے۔ جہانتک ہو سکے صدق و اخلاص و ترکِ ریا و ترکِ منہیات میں ترقی کرنی چاہیئے اور مطالعہ کرتے رہو کہ ان باتوں پر کس حد تک قائم ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو پھر خوابیں اور الہامات بھی کچھ فائدہ نہیں دیں گے بلکہ صُوفیوں نے لکھا ہے کہ اوائل سلوک میں جو رُویا یا وحی ہو اس پر توجہ نہیں کرنی چاہیئے وہ اکثر اوقات اس راہ میں روک ہو جاتی ہے۔ انسان کی اپنی خوبی اس میں تو کوئی نہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فعل ہے جو وہ کسی کو کوئی اچھی خواب دکھا دے یا کوئی الہام کرے، اس نے کیا کیا؟ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت وحی ہوا کرتی تھی لیکن اس کا کہیں ذکر بھی نہیں کیا گیا کہ اس کو یہ الہام ہوا یہ وحی ہوئی۔ بلکہ ذکر کیا گیا ہے تو اس بات کا کہ ابراھیم الذی وفّٰی[1] وہ ابراہیم جس نے وفاداری کا کامل نمونہ دکھایا۔ یا یہ کہ یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذالك نجزی المحسنین[2]۔ یہ بات ہے جو انسان کو حاصل کرنی چاہیئے۔ اگر یہ پیدا نہ ہو تو پھر رؤیا و الہام سے کیا فائدہ؟ مومن کی نظر ہمیشہ اعمال صالحہ پر ہوتی ہے۔ اگر اعمال صالحہ پر نظر نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ مکر اللہ کے نیچے آ جائے گا۔ ہم کو تو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو راضی کریں اور اس کے لئے ضرورت ہے اخلاص کی، صدق و وفا کی، نہ یہ کہ قیل و قال تک ہی ہماری ہمت و کوشش محدود رہو۔ جب ہم اللہ تعالےٰ کو راضی کرتے ہیں پھر اللہ تعالےٰ بھی برکت دیتا ہے اور اپنے فیوض و برکات کے دروازے کھول دیتا ہے

[1] النجم: ۳۸ [2] الصافات: ۱۰۵-۱۰۶

اور رویار اور وحی کو القار شیطانی سے پاک کر دیتا ہے اور اضغاث احلام سے بچالیتا ہے۔ پس اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ رؤیا اور الہام پر مدار صلاحیت نہیں رکھنا چاہیئے۔ بہت سے آدمی دیکھے گئے ہیں کہ ان کو رؤیا اور الہام ہوتے رہے لیکن انجام اچھا نہیں ہوا۔ جو اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے۔ اس تنگ دروازہ سے جو صدق و وفا کا دروازہ ہے گذرنا آسان نہیں۔ ہم کبھی ان باتوں سے فخر نہیں کر سکتے کہ رؤیا یا الہام ہونے لگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہیں اور مجاہدات سے دستکش ہو رہیں اللہ تعالےٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ وہ تو فرماتا ہے لیس للانسان الّا ما سعیٰ[1]۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی راہ میں وہ مجاہدہ کرے اور وہ کام کر کے دکھلاوے جو کسی نے نہ کیا ہو۔ اگر اللہ تعالےٰ صبح سے شام تک مکالمہ کرے تو یہ فخر کی بات نہیں ہوگی کیونکہ یہ تو اس کی عطا ہوگی۔ دھیان یہ ہوگا کہ خود ہم نے اس کے لئے کیا کیا

بلعم کتنا بڑا آدمی تھا۔ مستجاب الدعوات تھا۔ اس کو بھی الہام ہوتا تھا لیکن انجام کیسا خراب ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے کتے کی مثال دیتا ہے اس لئے انجام کے نیک ہونے کے لئے مجاہدہ اور دعا کرنی چاہیئے اور ہر وقت لرزاں ترساں رہنا چاہیئے۔

مومن کو اعتقاد صحیح رکھنا اور اعمال صالحہ کرنے چاہئیں اور اس کی ہمت اور سعی اللہ تعالےٰ کی رضا اور وفاداری میں صرف ہونی چاہیئے۔

مومن کی صحیح رؤیا کی تعبیر یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہو۔ اس کے اوامر نواہی اور وصایا میں پورا اُترے اور ہر مصیبت و ابتلا میں صادق مخلص ثابت ہو یاد رکھو۔ ابتلا بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ابتلا شریعت کے اوامر و نواہی کا ہوتا ہے۔ دوسرا ابتلا قضا و قدر کا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف[2] الآیۃ

پس اصل مرد میدان اور کامل وہ ہوتا ہے جو ان دو نو قسم کے ابتلاؤں میں پورا

[1] النجم : ۴۰ [2] البقرۃ : ۱۵۶

اُترے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اوامر و نواہی کی رعایت کرتے ہیں لیکن جب کوئی ابتلا مصیبت قضا و قدر کا پیش آتا ہے تو اللہ تعالےٰ کا شکوہ کرتے ہیں۔ ایسا ہی بعض فقیر دیکھے گئے ہیں کہ ہمیں نفس کشی کی اس قدر مشق ہے کہ سارے دن میں صرف ایک مرتبہ سانس لیتے ہیں لیکن وہ ابتلا کے وقت بہت ہی بودے اور کمزور ثابت ہوتے ہیں قوی وہی ہے جو اعتقاد صحیح رکھتا ہو۔ اعمالِ صالحہ کرنے والا ہو اور مصائب و شدائد میں پورا اُترنے والا ہو اور یہی جوانمردی ہے۔ جب تک عبودیت میں پورا اور کامل نہیں رؤیا یا الہامات پر اس کا فخر بے جا ہے کیونکہ اس میں اپنی کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اس امر میں کامیابی کے لئے ایک زمانہ دراز چاہیئے جلدی کبھی نہیں کرنی چاہیئے جیسے کوئی شخص درخت لگاتا ہے تو پہلے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک بکری بھی منہ مار کر اُسے کھا سکتی ہے۔ پھر اگر وہ اس سے بچے تو مختلف قسم کی آندھیاں اس پر چلتی ہیں اور اس کو اکھاڑنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن اگر وہ ان سے بھی بچ رہے تو پھر کہیں جا کر اُسے پھول لگتے ہیں اور پھر وہ پھول بھی ہوا سے گرتے ہیں اور کچھ بچتے ہیں۔ آخرالامر پھل لگتا ہے اور اس پر بھی بہت سی آفتیں آتی ہیں کچھ یونہی گر جاتے ہیں اور کچھ آندھیوں میں تباہ ہوتے ہیں۔[1] جو پکتے ہیں اور کھانے کے کام آتے ہیں۔

اسی طرح پر ایمانی درخت کا حال ہے۔ اس سے پھل کھانے کے لئے بھی بہت سی صعوبتوں اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔ صوفی بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ جب تک موت نہ آوے زندگی حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن شریف نے صحابہؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر[2]۔ یعنی بعض صحابہؓ میں سے ایسے ہیں جو اپنی جان چکے ہیں اور بعض ابھی منتظر ہیں۔ جب تک اس مقام پر انسان نہیں پہنچتا بامراد نہیں ہو سکتا۔

[1] الحکم میں آگے یہ الفاظ ہیں "کچھ جانور کھا جاتے ہیں آخر تھوڑے ہوتے ہیں جو پکتے ہیں۔"

[2] الاحزاب : ۲۴

دو قسم کے آدمی دراصل جان سلامت لے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو دین العجائز رکھتے ہیں یعنی جیسے ایک بڑھیا عورت ایمان لاتی ہے کہ اللہ ایک محمدؐ برحق ہے۔ وہ اسرار شریعت کی تہہ تک پہنچنے کی ضرورت نہیں سمجھتی ہے۔

اور ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو سلوک کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ بڑے بڑے خونخوار دشت و بیابان ان کی راہ میں آتے ہیں مگر وہ ہزاروں موتیں برداشت کر کے پہنچ جاتا ہے۔ اس کی جوانمردی اور ہمت قابلِ تعریف ہے۔

لیکن ایک اور گروہ ہوتا ہے جو نہ تو دین العجائز اختیار کرتا ہے اور نہ اس راہ کو اختیار کر کے انجام تک پہنچاتا ہے بلکہ اس دشت خونخوار میں پڑ کر راستہ ہی میں ہلاک ہو گیا۔ ایسے لوگ وہی ہوتے ہیں جو مکر اللہ کے نیچے آ جاتے ہیں۔ غرض اس راہ کا طے کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس کے لئے چاہیئے کہ دعا میں مشغول ہو اور قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھتے رہو کہ آیا اس کے حکموں پر چلتے ہو یا نہیں۔ جس حکم پر نہیں چلتے اس پر چلنے کے لئے مجاہدہ کرو اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

غرض اعمال صالحہ بڑی چیز ہے۔ قرآن شریف کو دیکھو جہاں ایمان کا ذکر کیا ہے اسے اعمال صالحہ سے وابستہ کیا ہے۔ اس میں متوجہ ہو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے جب تک یہ بات نہ ہو کچھ نہیں۔

(البدر جلد ۳ نمبر ۱۸-۱۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۸-۱۶ مئی ۱۹۰۴ء)

نیز (الحکم جلد ۸ نمبر ۱۴، ۱۵ صفحہ ۲ مورخہ ۳۰ اپریل و یکم مئی ۱۹۰۴ء و نمبر ۱۶ صفحہ ۱۶ صفحہ ۱ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۴ء)